نہج البلاغہ میں جنگی آداب واخلاقیات

ڈاکٹر مظفر سلطان حسن ترابی اعظمی، رضا کالج رامپور

باطل پرست اور ظلم پسند استکباری طاقتوں اور استعماری قوتوں کے ظالمانہ وجارحانہ اور توسیع پسندانہ نظام ونظریہ اور آمرانہ وجابرانہ طرز فکر کے تناظر میں جنگ وجدل اور حرب وضرب کے حوالے سے اور خصوصاً میدان جنگ کی محاذ آرائی میں موت کی گرم بازاری وتباہ کاری اور فاتح قوموں اور جماعتوں کی اپنے مفتوح حریفوں اور غنیموں کی املاک کی تاراجی وغارتگری نیز بستیوں اور آبادیوں کی تباہی وبربادی کے پس منظر وپیش منظر میں جنگی اصول وآداب اور حربی تہذیب واخلاقیات کی بات کرنا اور اس موضوع پر گفتگو کرنا کچھ شدت پسند افراد اور انتہا پسند اشخاص خصوصاً مغرب پرست اور یورپ زدہ اور صہیونیت نواز تشدد پسند وتخریب کار لابیوں اور بلاکوں کو عجیب سا لگے گا۔ کیونکہ توسیع پسند اور اقتدار پرست قوموں اور قوتوں نے اپنی اقتدار پرستی اور توسیع پسندی کے عزائم ومقاصد کی تکمیل کے لئے دوسری قوموں اور ملکوں پر غاصبانہ قبضہ وتسلط کی غرض سے مسلط کردہ تحمیلی جنگوں میں ہمیشہ نہ صرف انسانی قدروں اور اخلاقی اصولوں نیز تہذیبی روایتوں کو پامال کیا ہے بلکہ عالمی اداروں میں متفقہ طور پر مرتب اور منظور کئے گئے مسلمہ جنگی ضابطہ اخلاق کی بھی مسلسل خلاف ورزی کی ہے اور بین الاقوامی قوانین عدل وانصاف کے حدود سے بھی تجاوز کیا ہے۔ اور اپنے اس جابرانہ فعل کے جواز کے لئے ایک نہایت ہی غیر عاقلانہ وغیر عادلانہ اور غیر منصفانہ خود ساختہ ومفروضہ مقولہ ایجاد کرکے مشہور کردیا ہے کہ evrything is fair in love and war (یعنی محبت اور جنگ میں ہر چیز جائز ہے اور پھر اس خود ساختہ ومفروضہ مقولے کا پوری منصوبہ بندی کے ساتھ اتنے وسیع پیانے پر اتنی شدت وکثرت سے اور اتنے شاطر اور موثر طریقے پر پروپگنڈہ کیا گیا کہ پورے سماج اور معاشرے کے دلوں، دماغوں اور ذہنوں پر پوری طرح سے چھا گیا اور یہاں تک کہ اہل حکومت اور ارباب اقتدار کے حلقوں میں بھی اس طرح اثر انداز تھا کہ جب حضرت سلیمانؑ پیغمبر نے ملکۂ ملک سبا شہزادی بلقیس کو خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے ابتدا کرکے خط لکھ کر دعوت حق دی ہے تو اس کے شعور ولاشعور میں بھی فاتح اور غالب قوموں کے ذریعے مفتوح ومغلوب قوموں کے شہروں اور

علاقوں کی تاراجی وغارتگری اور تباہی وبربادی کا خوف وہراس اس طرح نفوذ کئے ہوئے تھا اور اتنی دہشت و وحشت بیٹھی ہوئی تھی کہ اس نے بھی حضرت سلیمانؑ جیسے نبی خدا کی طرف سے بھی اس قسم کے عمل اور ردعمل کا خطرہ وخدشہ اور اندیشہ اپنے درباریوں اور مشیروں کے سامنے ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''بادشاہوں کا قاعدہ اورطریقہ یہ ہے کہ وہ کسی بستی میں (فاتح انداز میں) داخل ہوتے ہیں تو اس میں فساد برپا کردیتے ہیں (یعنی اسے اجاڑ دیتے ہیں) اور وہاں کے معزز ومحترم لوگوں کو ذلیل ورسوا کردیتے ہیں ۔ گویا یہ لوگ یعنی حضرت سلیمانؑ اور ان کے ساتھی ایسا ہی سلوک ہمارے ساتھ بھی کریں گے[۱]

اس خود ساختہ ومفروضہ مقولے کا مطلب یہ ہے کہ نہ جنگ وجدل کے کچھ اصول وآداب ہیں اور نہ ہی حرب وضرب کی کوئی جنگی تہذیب واخلاقیات ۔ یعنی جنگ کے موقع پر میدان جنگ میں اور محاذ جنگ پر حالت جنگ میں تمام انسانی تقاضوں اور اخلاقی مطالبوں کو بالائے طاق رکھ کر فریق مخالف پر فتح وکامرانی حاصل کرنے کے لئے ہر جائز وناجائز حربہ وطریقہ اورمناسب ونامناسب حیلہ واسلحہ استعمال کرنا جائز ہے اور اسی طرح اپنے حریف پر فتح وپیروزی حاصل کرلینے کے بعد اس کے ملک پر غلبہ وقبضہ حاصل کرنے اور اہل ملک پر اپنا رعب ودبدبہ قائم کرنے کیلئے شہروں میں ہرطرح کی تاراجی وغارتگری اور فتنہ گری وفساد انگیزی روا ہے ۔ جبکہ اسلام فتنہ پردازی وفساد پروری اور ناحق قتل وخون ریزی کا شدید مخالف اور سب سے بڑا دشمن ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اس کا صاف اعلان ہے کہ فتنہ پروری وفساد انگیزی قتل وخون ریزی سے بھی شدید ترین گناہ ہے[۲]'' اور دوسری جگہ اس کا فرمان ہے کہ '' فتنہ پردازی وفساد پروری قتل وخون ریزی سے بھی عظیم ترین جرم ہے۔[۳]''

اسی طرح ناحق قتل وخون ریزی کی مذمت ومخالفت کے سلسلے میں قرآن مجید کا تاکیدی ارشاد ہے کہ '' جس کسی نے کسی ایک نفس (جان) کو بغیر کسی نفس (جان) کے بدلے یا فساد برپا کرنے کی غرض سے ناحق قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کردیا۔[۴]'' یہاں تک کہ دین اسلام فتنہ خیزی وفساد انگیزی کے خدشے اور اندیشے کی وجہ سے کبھی جنگ کی ابتدا کرنے کی بھی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ اگر اس پر فریق مخالف کی طرف سے زبردستی جنگ مسلط ہی کردی جائے تو بھی تمام جنگی اصولوں اور حربی ضابطوں کے حدود وقیود کے ساتھ انسانی قدروں ، تہذیبی روایتوں ، اخلاقی تقاضوں اور بشری مطالبوں کے دائرے میں رہ کر ہی صرف فتنہ کوبی اور فساد کشی کے مقصد سے ہی

جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ اس کا واضح اعلان ہے کہ ” اور دشمنوں سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ وفساد باقی نہ رہ جائے ۔۵؎ “

جنگ کے اصول وآداب اور جنگی تہذیب واخلاقیات کے سلسلے میں حقوق انسانی کے عظیم محافظ ، اقتدار انسانی کے علم بردار اور ندائے عدالت انسانی کے نقیب انسان کامل اور امام عادل ، مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے اپنی مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق شاہکار” نہج البلاغہ“ میں جو جنگی آداب اور ضابطۂ اخلاق بیان فرمائے ہیں وہ ہر دور میں میدان جنگ میں دونوں متحارب فریقوں کے لئے بہترین ومکمل ترین اور مفید ترین رہنما اصول وخطوط قرار دئے جاسکتے ہیں۔ ان جنگی اصول وآداب اور ضابطۂ اخلاق اور حرب وضرب کی تہذیب واخلاقیات کی خوبیوں اور ان کی عظمت وافادیت کو آج کے ترقی یافتہ دور کی جدید ترین ٹکنالوجی سے آراستہ ملٹری سائنس کے ماہرین بھی تسلیم کرتے ہیں ۔ کیونکہ ان اصول وآداب اور قواعد وضوابط میں دونوں متحارب فریقوں کے افسروں اور سرداروں کے خود اپنے فوجیوں اور سپاہیوں کے ساتھ مطلوبہ ومجوزہ ضروری اقدامات وانتظامات کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور فریق مخالف کے شکست خوردہ اور ہزیمت یافتہ فوجیوں او رسپاہیوں اور اہل شہر کے ساتھ برتے جانے والے انسانی حقوق کی بنیادوں پر مبنی ومشتمل امور و معاملات اور سلوک وبرتاؤ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور اس اعتبار سے حقوق نسواں اور حقوق اطفال کے ساتھ ہی بحیثیت مجموعی مکمل طور پر حقوق انسانی کی بھی پاسداری ونگہداری کی پوری ضمانت دی گئی ہے اور ان اصول وآداب اور قواعد وضوابط نے پوری طرح سے یہ حقیقت واضح کردی ہے کہ میدان جنگ میں موت کی گرم بازاری کے دوران اور پھر فتح وظفر کے بعد مفتوح ومغلوب فریق مخالف کے ساتھ نفرت وعداوت کے باجود انسانی حقوق کے پیش نظر جنگی اخلاقیات اور بشری تقاضوں کی تہذیبی روایات کی بھی اہمیت اور قدر وقیمت اپنی جگہ بہرحال مسلم ہے جن کی رعایت بہرصورت ضروری ہے۔

جنگی حکمت عملی

ملٹری سائنس کے مطابق جنگ کے اصول وآداب میں جنگی حکمت عملی اور حربی منصوبہ بندی کو بنیادی حیثیت اور اساسی اہمیت حاصل ہے ۔ کیونکہ مناسب حکمت عملی اور فوری منصوبہ بندی کے بغیر میدان جنگ میں کامیابی وفتح مندی کے امکانات مشکوک اور غیر یقینی ہوجاتے ہیں ۔ اسی لئے

جنگی آئین وقوانین کے ماہرین اور میدان جنگ کے مبصرین ہمیشہ موثر حکمت عملی کا نقشہ اور مکمل منصوبہ بندی کا خاکہ تیار کرنے پر بہت زور دیتے رہے ہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ محاذ جنگ پر فتح وپیروزی کا انحصار بہت کچھ جنگی حکمت عملی اور حربی منصوبہ بندی پر ہوتا ہے۔

اصول جنگ وجدل اور آئین حرب وضرب کے تحت میدان جنگ کی حکمت عملی اور سامان حرب کی منصوبہ بندی میں میدان جنگ اور محاذ جنگ کے محل وقوع کے اعتبار سے اور دفاعی اور حفاظتی نقطۂ نظر سے لشکر کی معقول ومحفوظ قیام گاہ کے مناسب انتخاب میں نہایت ہوشمندی وہوشیاری اور تجربہ کاری وموقع شناسی کی ضرورت ہے۔ مقام قیام ایسے موقع ومحل پر واقع ہونا چاہئے جو نہ صرف دشمن کے کسی اچانک اور چوطرفہ حملے سے محفوظ ہو بلکہ جہاں سے فوج مخالف کی حرکات وسکنات اور لشکر حریفوں کی نقل وحرکت پر اچھی طرح نظر رکھی جا سکے۔ اور لشکر گاہ کے لئے باہمی صلاح ومشورے سے کسی وادی نما دامن کو ہسار کا انتخاب بہت مفید اور سود مند ثابت ہوگا جو آبی ذخائر ومنابع وسائل کے قریب کسی نہر کے کنارے حتی الامکان مناسب بلندی پر واقع ہو۔ اس سے اپنے لشکر کی نگہبانی اور دشمن کی فوج کی نگرانی میں بہت آسانی ہوگی اور اس طرح دشمن کو کسی کمین گاہ سے حملہ کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ جیسا کہ سردار لشکر اسلام سپہ سالار فوج خیر الانام، اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالبؑ اسی جنگی حکمت عملی اور حربی منصوبہ بندی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اپنے لشکر کو نصیحت فرمارہے ہیں کہ

''جب دشمن کے سامنے اترنا یا وہ تم پر آئے تو تمہارا پڑاؤ اور قیام بلند ٹیلوں یا پہاڑوں کے دامن میں یا نہروں کے کناروں پر ہونا چاہئے تاکہ تمہارے لئے حفاظت اور مدد ہو۔ اور تمہاری جنگ ایک یا دو رخوں سے ہو۔ اور پہاڑوں کی بلندیوں اور سطح دار ہموار ٹیلوں پر نگراں ونگہبان مقرر کردو تاکہ دشمن کسی کمین گاہ یا محفوظ اور بے خوف وخطر جگہ سے اچانک حملہ آور نہ ہوجائے۔ اور یہ بھی جان لو کہ فوج کا اگلا ہراول دستہ اس کا جاسوس اور ہراول دستے کے جاسوس اس کے فرستادے ہوتے ہیں (اس لئے ان کا انتظام بھی کرو) اور خبردار! تم میں اختلاف اور تفرقہ نہ پڑنے پائے۔ جب بھی کہیں اترو تو سب ایک ساتھ اترو اور جب کہیں سے کوچ کرو تو بھی سب ایک ساتھ، جب رات آجائے تو نیزوں سے اپنے گرد حلقہ وحصار بنالو اور اس طرح مختصر نیند سوؤ جیسے غرارہ یا کلی کرتے ہو یعنی ذراسی جھپکی لو اور پھر فوراً ہی اٹھ بیٹھو[6]''

اپنی فوج کے سپاہیوں کو تازہ دم رکھنے ، فوجیوں اور لشکریوں کو چاق وچوبند رکھنے اور سواریوں کو چست وچابک بنائے رکھنے کے لئے انہیں ضروری قیام وآرام کے مواقع فراہم کرنا اور کوچ وقیام کے لئے مناسب نظام الاوقات مرتب کرکے سفر کرنا اور دوران سفر دشمن کی فوج کونفسیاتی طور پر حیران وہلکان اور ذہنی طور پر ہراساں و پریشاں اور سرگرداں رکھنے کے لئے ہر منزل پر اس سے ایک مناسب فاصلہ بنائے رکھنے کا فیصلہ بھی جنگی حکمت عملی کا ایک اہم حصہ ہے۔ کیونکہ اس جنگی حکمت عملی اور حربی منصوبہ بندی سے جہاں اپنی فوج پر مثبت وخوشگوار اور حوصلہ افزا اثر ات مرتب ہوتے ہیں وہیں دشمن کی فوج اس کے منفی اثرات سے دوچار ہوکر نفسیاتی فساد اور ذہنی انتشار کا شکار ہوجاتی ہے جس سے اس کا حوصلہ پست کرکے اس کو شکست دینے میں بہت مدد ملتی ہے اور اپنی یقینی فتح وکامرانی میں آسانی ہوتی ہے۔ اس حکمت عملی سے جہاں اپنی فوج کے سپاہی پر سکون ومطمئن رہیں گے وہیں فوج مخالف کے سپاہی فکروتشویس اور کشمکش وکشاکش میں مبتلا رہیں گے۔ ان ہی اہم نکات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے شاہ مرداں شیر یزداں ، اشجع زماں حضرت علی مرتضیٰؑ اپنے لشکر کوتاکید فرمارہے ہیں۔

’’اسی سے لڑنا جوتم سے لڑے، (صبح وشام کے) دونوں ٹھنڈے وقتوں میں سفر کرنا۔ دوپہر قیام کرنا، اور شروع رات میں نہ چلنا کیونکہ خدا نے رات کو قیام وآرام اور سکون کے لئے بنایا ہے۔ سفر کے لئے نہیں، پس رات میں اپنے جسم کو راحت وآرام دو اور اپنی سواری کو بھی۔ پھر جب پو پھٹے اور صبح نمودار ہوتو برکت الٰہی کے ساتھ کوچ کرو۔ اور جب دشمن کا سامنا ہوتو اپنے ساتھیوں کے بیچ ہی میں ٹھہرنا۔ اور دشمن کے اتنے نزدیک بھی نہ ہوجانا کہ معلوم ہو کہ بس اب تم لڑائی شروع ہی کردوگے اور نہ اتنی دور ہی رہنا کہ یہ شک ہو کہ جنگ سے ڈر کر جی چرا رہے ہو، جب تک میرا حکم پہنچے عداوت تمہیں لڑائی کرنے پر آمادہ نہ کردے مگر یہ کہ تم انہیں دعوت دے کر عذر کا دروازہ ان پر بند کرچکے ہو۔ے‘‘

دوران جنگ بعض اوقات کچھ ایسے ناسازگار وناخوشگوار حالات بھی پیدا ہوجاتے ہیں اور ایسے واقعات سے بھی سامنا ہوجاتا ہے جہاں وقت کا تقاضا ہوتا ہے کہ ضرورت ومصلحت کے پیش نظر خلاف مزاج وطبیعت ایسی مصلحت آمیز عارضی وظاہری اور دکھاوے کی شکست خوردگی کے مظاہرے کرنے پڑیں جس سے دشمن کی فوج کسی نہ کسی حد تک غلط فہمی یا خوش فہمی میں مبتلا ہوکر کچھ نہ کچھ

غفلت ولاپرواہی سے ضرور دو چار ہوجائے گی اور ایسی حالت میں موقع کو غنیمت جان کر اس پر اچانک حملہ کردینے سے اس میں افراتفری پیدا ہوجانے اور اس کے تتر بتر ہوکر منتشر ہوجانے کے قوی امکانات ہوں گے اور اس صورت حال میں اس مصلحت آمیز حکمت عملی کو بروئے کار لاکر فوج دشمن کو شکست دینا آسان ہوجائے گا۔ اسی حکمت عملی سے فائدہ اٹھانے کے سلسلے میں مرد میدان شجاعت، شیر کردگار، حیدرؑ کرار نے اپنی فوج کی حوصلہ افزائی اس طرح فرمائی ہے کہ

''اگر وقت پڑجائے تو ضرورتاً مصلحتاً دوبارہ حملہ کرنے کے ارادے سے پیچھے ہٹ جانا اور فرار کرنے کے بعد پھر آگے بڑھ کر دشمن پر ہجوم کرنا اور دوبارہ حملہ کرنا تم کو ناگوار اور حوصلہ شکن نہ ہو۔ اور تلواروں کو انکا حق اور حصہ یعنی دشمن دے دو اور انہیں ان کی قتل گاہ پر پہنچادو اور اپنے آپ کو پورے دل وجان سے سخت اور خطرناک نیزہ بازی اور قوی ومضبوط شمشیر زنی کے لئے پوری طرح تیار کرلو۔ اپنی آوازوں کو دبادو اور خاموش رہو کیونکہ یہ چیز خوف وہراس اور پریشانی کو دور کرنے والی ہے۔[۸]''

اصول وآداب جنگ

محاذ جنگ کے لئے ضروری جنگی حکمت عملی تیار کرنے اور مناسب حربی منصوبہ بندی کرنے کے بعد دوسرا نہایت اہم مرحلہ میدان جنگ میں فوج کی تنظیم اور لشکر کی ترتیب سے متعلق ہوتا ہے کہ کس دستے کو کس جگہ رکھا جائے اور کس جتھے کو کہاں متعین کیا جائے۔ ضرورت اور حفظ مراتب کے اعتبار سے فوج کی صفوں کی صحیح تنظیم اور لشکر کے سپاہیوں کی درست ترتیب سے جہاں ان کی عزت کو تسکین وتقویت حاصل ہوتی ہے وہیں ان کی خود داری وخود اعتمادی بھی مضبوط ومستحکم ہوتی ہے جو ان کی قوت ارادی کی تقویت کے ساتھ ہی ان کے عزم واستقامت کا سبب بھی بنتی ہے۔ جس کی وجہ سے سپاہی نہایت خوش دلی کے ساتھ جذبۂ فداکاری وجاں نثاری اور جوش وفاداری وسرفرازی سے سرشار موت سے بے خوف ہوکر میدان کارزار کے آتش بار طوفان خون وآہن میں کود پڑتا ہے۔ فوج کی تنظیم اور لشکر کی ترتیب کے ساتھ ہی پرچم کی تنصیب اور علم کی تقسیم اور حسب مراتب ومناسب سردار وسپہ سالار اور علم دار وپرچم بردار کے تقرر کا معاملہ بھی نہایت مزاج شناسی اور معاملہ فہمی کے ساتھ طے کیا جانا چاہئے۔ کیونکہ لشکر کی جنگی سرگرمی اور حربی کارکردگی کا انحصار اور فوج کی جانبازی وسرفرازی کا

دارومدار بڑی حدتک سردار وسپہ سالار کی باحوصلہ اور جرائت مندانہ فوجی قیادت اور بروقت صحیح قوت فیصلہ پر ہوتا ہے ۔ اورعلم کی سربلندی سے فوجیوں اور سپاہیوں کے حوصلے اور ارادے بھی بلند رہتے ہیں۔ چنانچہ صاحب ذوالفقار فاتح کارزارحضرت علیؑ نے جنگ کے اصول وآداب تعلیم فرماتے ہوئے ارشادفرمایا ہے کہ

''میدان جنگ میں جوزرہ پوش ہیں انہیں آگے بڑھاؤ اور جو بے زرہ ہیں انہیں پیچھے رکھو اور دانتوں کو مضبوطی سے جمالو، کیونکہ میدان کارزار میں استقامت اور ثابت قدمی کے طفیل تلواریں سرسے دور چلی جاتی ہیں ، نیزوں کے اطراف میں پیچ وخم کے ساتھ لپٹے رہو کیونکہ اس طرح سے نیزہ بازی کرنا زیادہ موثر ہے۔ نگاہیں نیچی رکھو (گھوم گھوم کر ادھر ادھر ہر طرف نہ دیکھو) کیونکہ آنکھوں کا نیچا رکھنا قوت قلب کی زیادتی اورتقویت دل کا باعث ہوتا ہے، آوازوں کو خاموش کردو (ہنگامہ آرائی نہ کرو) کیونکہ متانت اورسنجیدگی اور سکون وشائستگی ہر طرح کے خوف وہراس کو دور کردیتی ہے۔ اپنے پرچم کو اپنی جگہ سے حرکت نہ دو اور اس کے دور کو خالی نہ رہنے دو۔ نہ اسے ہر شخص کے ہاتھ میں تھمادو سوائے ان بہادروں اور دلاوروں کے جو ہر حادثے کو روکنے کے لئے اپنی جان کی بازی لگاکر ہمیشہ کمر بستہ رہتے ہیں۔ اور جواس کی حفاظت ونگہداری ونگہبانی کو لازم سمجھ کر مصروف دفاع رہتے ہیں کیونکہ جولوگ (میدان جنگ میں) سختی اور بلابرداشت کرتے ہیں اور صابر رہتے ہیں وہی اپنے پرچموں کے اردگرد مستعد رہتے ہیں اور دائیں بائیں آگے پیچھے ہرطرف سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ نہ یہ پیچھے ہٹتے ہیں کہ گویا اسے دشمن کے حوالے کردیں اور نہ یوں آگے بڑھ جاتے ہیں کہ پرچم کوتنہا چھوڑ دیں۔[9]''

اسی طرح انسانی فطرت کی ایک نفسیاتی خاصیت وخصوصیت کے حوالے سے انسان کے ضبط نفس اور اس کی قوت برداشت کے اسباب وعلل کے تجزیے اور تجربے کی روشنی میں ایک انتہائی اہم نفسیاتی پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جنگ جمل کے موقع پرلشکر کا علم اپنے بیٹے حضرت محمد حنفیہ کو عطا کرکے آپ نے جو اصول جنگ اور آداب حرب تعلیم فرمائے ہیں وہ میدان جنگ کے بہترین اصول وآداب ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں دور اندیشی وانجام بینی اور ثابت قدمی وسرفروشی کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''اے بیٹے ! پہاڑ اپنی جگہ سے متزلزل ہوکرٹل جائیں مگر تمہارے پائے عزم واستقلال

واستقامت میں لغزش وجنبش نہ پیدا ہو، اپنے دانتوں کو مضبوطی کے ساتھ ایک دوسرے میں پیوست رکھنا۔ اپنا کاسۂ سرخدا کو عاریت دے دینا (اور سربکف ہوکر خود کو خدا کے حوالے کردینا) زمین میں اپنے قدموں کو میخ کی طرح گاڑ دینا۔تمہاری نگاہوں کی زد اور اس کا نشانہ دشمن کی آخری صف پر رہے،اور اپنی نظر جھکائے رکھنا۔اور اے بیٹے! یہ جان لو اور اس پر محکم ومکمل ایمان رکھو کہ نصرت ومدد اور فتح وظفر صرف خدا کی طرف سے ہے ۱۰۔"

بسیارخوری وبسیارخوابی اور عیش کوشی وعشرت پسندی انسان کو کاہلی وتساہلی اور کسل مندی کا شکار بنا کر سست اور پست ہمت بنادیتی ہے۔ اور کیفیت خاص طور سے محاذ جنگ پر اور میدان جنگ میں سپاہیوں کو شکست سے دوچار کردیتی ہے۔ اسلئے جنگ کے موقع پر فوج کو اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے اور ہر وقت ہر طرح سے چاق وچوبند اور چست ودرست رہ کر جنگ کے لئے تیار اور شکست سے کمر بستہ رہنا چاہئے۔ کیونکہ اس سلسلے میں ذراسی بھی لاپرواہی اور معمولی سی بھی غفلت کی وجہ سے دوچار اور ہزیمت کا شکار ہونا پڑسکتا ہے۔ ایسی ہی صورت حال سے خبردار وہوشیار کرتے ہوئے لشکر اسلام کے سردار وسپہ سالار،صفدروجرار جناب حیدرؑ کرار فرمارہے ہیں کہ

"اپنے زیر جاموں کو مضبوطی کے ساتھ کس لو (میدان جنگ میں چست وچالاک رہو) عزیمت (ایثار وقربانی) اور ولیمہ (عیش وعشرت وکامرانی) ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔ رات کا سونا دن کے خوابوں کو کس (بری) طرح توڑ دیتا ہے اور تاریک راتیں مہمات کی یاد داشت کو کس طرح کمزور کردیتی ہیں،غفلت کی نیند ہمتوں کو شکست میں تبدیل کردیتی ہے۔۱۱"

جنگی اخلاقیات

حقوق انسانی کی بنیاد پر انسان کی عزت وحرمت کی حفاظت اور انسانی قدروں کی پاسداری ونگہداری کے لئے جنگ وجدل کی تباہ کاری اور حرب وضرب کی گرم بازاری میں بھی انسانی عظمت وشرافت کے تقاضوں اور تہذیبی واخلاقی روایتوں اور ثقافتوں کے مطالبے کی بنا پر جنگی اخلاقیات کا بھی بہر حال اپنا ایک اہم مقام ہے۔ اور اس کی اہمیت وافادیت بھی مسلّم ہے۔ اور جنگی اخلاقیات کے حوالے سے انسانی اقدار اور اخلاقی وتہذیبی روایات کے تحفظ کا سلسلہ آغاز جنگ سے پہلے ہی فوجوں اورلشکروں کی تنظیم نیز سپاہیوں کے انتخاب اور افسروں اور سرداروں کے تقرر کے وقت ہی سے شروع

ہوجاتا ہے۔خاص طور سے فوجیوں کے انتخاب اور افسروں کی تقرری اور سرداروں کی تعیناتی کے معاملے میں بہت ہی دور اندیشی ، باریک بینی، معاملہ فہمی ، حاضر دماغی ،نسب شناسی ومردم شناسی اور تجربہ کاری وہوشیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ سپاہیوں کے انتخاب کے معاملے میں اور افسروں اور سرداروں کے تقرر کے سلسلے میں کسی قسم کے جبر وقہر اور زور زبردستی یا اقربا پروری واحباب نوازی سے کام نہ لے کر رضائے الٰہی کی خاطر حق وحقانیت کی سربلندی کے لئے نہایت خوش اخلاقی وخوش اسلوبی اور سلیقہ مندی وحق پسندی کے ساتھ حفظ مراتب کا خیال رکھتے ہوئے اور عدل وانصاف کو پورا کرتے ہوئے پورے جذبۂ صادق کے ساتھ یہ کام انجام دینا چاہئے۔ جہاں سپاہیوں کی تعیناتی میں ان کے پس منظر اور ذاتی صفات حسنہ اور شخصی شرافت نفس کو پیش نظر رکھنا چاہئے وہیں افسروں اور سرداروں کی نامزدگی اور تقرری میں بطور خاص اس بات کو خصوصی اہمیت دینی چاہئے کہ وہ جذباتی وعصبانی اور مغلوب الغضب اور عجلت پسند نہ ہوں بلکہ ایسے موقع شناس ومردم شناس ومزاج آشنا اور سنجیدہ وبردبار ہوں۔ وقت کی ضرورت کے لحاظ سے سخت گیر بھی ہوں اور حالات کی نزاکت کے اعتبار سے نرم دل ونرم خواور خدا ترس وانسان دوست بھی۔ اس سلسلے میں میانہ روی اور غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے افراط وتفریط سے گریز وپرہیز کریں۔ اور چستی وسستی اور نرمی وسختی برتنے میں بہت ہی دانشمندی وہوشمندی اور جرأت مندی سے کام لیں ۔ چنانچہ امیر المومنین ، خلیفۃ المسلمین ، انسان کامل ، امام عادل حضرت علی مرتضیٰؑ نے جناب مالک اشتر کے نام تحریر کردہ نہایت جامع اور مکمل ''دستور حکومت'' میں نصیحت وہدایت فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ

''دیکھو اپنی فوج کے معاملے میں ہوشیاری سے کام لینا۔ انہیں لوگوں کو افسر بنانا جو تمہارے خیال میں اللہ کے رسولؐ کے اور تمہارے امامؑ کے سب سے زیادہ خیر خواہ ہوں ، صاف دل ہوں۔ ہوشمند ہوں ، جلد غصے میں نہ آجاتے ہوں، عذر ومعذرت قبول کرلیتے ہوں، کمزوروں پر ترس کھاتے ہوں، زبردستوں پر سخت ہوں، نہ سختی انہیں جوش میں لے آتی ہو اور نہ کمزوری انہیں بٹھادیتی ہو۔ فوج کے لئے انہیں کو منتخب کرنا جن کا حسب نسب اور خاندان اچھا ہے اور جن کا ماضی صاف اور بے داغ ہو۔ جو بہت جرأت ،شجاعت وشہامت اور جود وسخا سے آراستہ ہوں۔ کیونکہ شرافت وبزرگی اور نیکی وجوانمردی ایسے ہی لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ [۱۲]''

اسی طرح حقوق انسانی کے تقاضوں کے مطابق فوجیوں اور سپاہیوں کے حقوق کو بھی جنگی

آداب و اخلاقیات میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ جن میں حکام وعمال اور افسروں وسرداروں کی طرف سے فوجیوں اور سپاہیوں کے ساتھ پدرانہ ومادرانہ ہمدردی ورحم دلی ،دلسوزی ودلجوئی اور خیر اندیشی وخبر گیری نیز کشادہ ذہنی و وسیع القلبی اور فراخ دلی وخندہ پیشانی کا مظاہرہ بھی شامل ہے۔ اس انسانی عدالت واخوت ، الفت ومروّت کے نقیب اور بشری شفقت ومحبت اور رحمت ورافت کے علم بردار لطف وعنایت حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''ان فوجیوں کے معاملات کی ایسی ہی فکر کرنا جیسی فکر والدین کو اولاد کی ہوتی ہے ۔ ان کی تقویت اور درستی حالات کے لئے جو کچھ بھی بن پڑے اور جتنا کچھ بھی ہوسکے کرتے رہنا۔ اور جو کچھ بھی کرنا اسے بہت زیادہ نہ سمجھنا ۔ اپنے کم سے کم لطف واحسان کو بھی معمولی نہ سمجھنا کیونکہ اس سے ان کی خیر خواہی بڑھے گی اور ان کے حسن ظن میں اور اضافہ ہوگا۔ ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ ضرورتوں سے بھی بے پروائی اس بھروسے پر نہ کرنا کہ بڑی ضرورتوں کا خیال رکھ ہی رہے ہو۔ کیونکہ تمہاری معمولی سی رعایت وعنایت بھی ان کے لئے نعمت ہوگی۔ اور بڑی ضرورتوں میں تو وہ سراسر تمہارے لطف وکرم کے ہمیشہ ہی محتاج ونیاز مند رہیں گے۔ وہی فوجی سردار تمہارے سب سے زیادہ مقرب رہیں جو فوجیوں کی سب سے زیادہ خدمت کرتے ہوں۔ اپنے ہاتھ کی دولت سے سپاہیوں کو ان کی ضرورتوں اور بال بچوں کی فکروں سے آزاد کرتے رہو تاکہ پوری فوج ایک دل ہوجائے اور اس کے سامنے صرف ایک ہی خیال ہو۔ بس دشمن سے جنگ فوج کے سرداروں پر تمہاری توجہ فوج کے دلوں کو تمہاری طرف متوجہ کردے گی۔ [۱۳]''

حقوق انسانی کے حوالے سے جنگی اخلاقیات اور حربی ضابطۂ اخلاق کا ایک بشر نواز ومعاشرہ ساز پہلو یہ بھی ہے کہ جنگ سے غیر متعلق شہری اور معصوم وبے قصور افراد متاثر نہ ہوں۔ لوگوں کو جبرواکراہ کے ساتھ جنگ میں ملوث کرکے میدان جنگ میں لاکر معرکہ آرائی اور نبردآزمائی کے لئے مجبور نہ کیا جائے اور انہیں جبراً جنگ میں شریک کرکے اپنے اقتدار واستعمار اور اجبار واستکبار کی قربان گاہ پر اپنی ہوس آمریت کی بھینٹ نہ چڑھایا جائے۔ بلکہ فریقین حتی الامکان آپسی گفت وشنید اور باہمی افہام وتفہیم سے اختلافی معاملات کو حل کرلیں یا پھر بصورت جنگ دونوں خود ہی میدان میں ایک دوسرے کے مدمقابل آکر جنگ وجدل اور حرب وضرب کے ذریعے فیصلہ کرلیں جیسا کہ داعیٔ امن وآشتی اور نقیب صلح وسلامتی مولائے انسانیت امیر المومنین حضرت علیؑ نے امیر شام معاویہ ابن ابی

سفیان کے دھمکی بھرے تخویف آمیز خط کے جواب میں اپنے مکتوب گرامی میں اسے تنبیہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ

''اور تم نے مجھے جنگ کی دعوت دی ہے تو بہت اچھا سب لوگوں کو ایک طرف کر دو اور انہیں ایک طرف الگ چھوڑ کر تم خود میرے مقابلے پر نکل آؤ اور ہم دونوں کی فوجوں کو لڑائی سے معاف کر دو۔ ہم دونوں خود اکیلے ہی ایک دوسرے سے نپٹ لیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ گمراہی کس کے دل پر چھا چکی ہے۔(پردہ کس کی آنکھوں پر پڑ چکا ہے۔) ۱۴''

جنگی اخلاقیات اور حربی تہذیب کے مذکورہ ضابطۂ اخلاق کی روشنی میں جنگ انہیں لوگوں سے کی جانی چاہئے جو اپنی خود سری کے زیر اثر سرکشی اور بغاوت کی بنا پر خود اپنی مرضی سے خوشی خوشی میدان جنگ میں کود پڑتے ہوں اور اپنی فوج میں بھی انہیں لوگوں کو شامل کیا جانا چاہئے جو بلا جبر و اکراہ برضا و رغبت شریک جنگ ہونے کے لئے خلوص نیت کے ساتھ آمادہ و تیار ہوں۔ چنانچہ سرکشی و خود سری سے کنارہ کشی اختیار کر کے خود سپردگی و سپراندازی کرنے والوں اور بغاوت کو چھوڑ کر اطاعت و فرماں برداری قبول کر لینے والوں سے جنگ نہیں کی جائے گی ۔ جنگی اخلاقیات کے اسی ضابطۂ اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے امام اولیاء مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :

''اگر وہ سرکش ہدایت کے ٹھنڈے سائے کی طرف لوٹ آئیں تو ہمیں یہی پسند ہے۔ لیکن اگر شقاق و افتراق اور شقاوت و بغاوت اور عصیان و عدوان پر ان کے دل جم چکے ہیں تو جو لوگ تمہاری فرماں برداری کا دم بھر رہے ہیں انہیں کو ساتھ لے کر نافرمانوں کی سرکوبی کے لئے اٹھ کھڑے ہو۔ اور یہ خیال رکھو کہ جو دل و جان سے تمہارے ساتھ ہیں انہیں پر بھروسہ کرنا اور انہیں سے کام لینا۔ جو تم سے بدسلوکی کر رہے ہیں ان کی کچھ پرواہ نہ کرنا ۔ جو شخص خوشی اور خوش دلی سے تمہارے ساتھ نہیں ہے اس کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے اور اس کا بیٹھے رہنا کھڑے ہونے سے زیادہ مفید اور سود مند ہے۔'' ۱۵

جنگی اخلاقیات پر مبنی و مشتمل یہ حربی ضابطۂ اخلاق حقوق بشر کے تحفظ کی علامت اور بقائے حرمت انسانی کی ضمانت کے طور پر صرف میدان کارزار اور محاذ جنگ ہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ جنگ کے آغاز سے لے کر جنگ کے انجام و اختتام تک باقی و نافذ رہتا ہے۔ جس کا سلسلہ جنگ کی ابتدا سے بھی قبل شروع ہو جاتا ہے اور جنگ کی انتہا کے بعد تک بھی جاری رہتا ہے۔ چنانچہ اس میں جہاں

ایک طرف دشمن کی فوج کی طرف سے کسی شر پسندی اور اشتعال انگیزی بغیر جارحانہ طور پر پہلے حملہ ہی کرکے جنگ کی ابتدا اپنی طرف سے نہ کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے وہیں دوسری طرف جنگ کے بعد اگر میدان جنگ میں مقتولین کی لاشوں کی بے حرمتی، مجروحین کے قتل، محاذ جنگ سے فرار کرنے والوں کے تعاقب اور قتل، زخمیوں کی خوں ریزی، سپراندازی اور خود سپردگی کرنے والوں کے کشت وخون سے منع کیا گیا ہے تو میدان جنگ سے باہر شہروں کی تاراجی وغارت گری اور عورتوں بچوں کی ایذارسانی کی بھی سخت ممانعت کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں محافظ حقوق بشر، حامئ حرمت انسانی، شاہ لافتیٰ، شیر خدا نے جنگ صفین کے موقع پر امیر شام معاویہ ابن ابی سفیان کی تمام تر تجاوز کاریوں اور جنایت کاریوں کے باوجود جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنی فوج کو سخت تاکیدی نصیحت ووصیت کرتے ہوئے حکم دیا ہے کہ:

''لڑائی میں تم پہل نہ کرو، دشمن کو پہل کرنے دو، دشمنوں سے اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک کہ وہ تمہارے ساتھ جنگ کی ابتدا نہ کریں۔ کیونکہ تم بحمد اللہ حق کی حجت وحمایت پر استوار ہو۔ ان کے حملہ کرنے سے پہلے تمہارا حملہ نہ کرنا تمہاری طرف سے ان پر ایک اور اتمام حجت ہوجائے گا۔ پس جب حکم خدا سے دشمن کو شکست ہوجائے تو پیٹھ دکھا کر بھاگنے والوں کو قتل نہ کرنا، نہ ہتھیار ڈالنے والے کو اور نہ ہی کسی زخمی کو مارنا، اور نہ کسی عورت کو ستانا اگرچہ وہ تمہیں گالیاں دیں اور تمہارے افسروں اور امیروں کو کوسیں۔ کیونکہ عورتیں کمزور ہوتی ہیں اپنے اعضاء وجوارح میں بھی، اپنے نفسوں میں بھی اور اپنی عقلوں میں بھی ۱۶؎۔''

اس طرح جب جنگی اخلاقیات کے بارے میں ہم مولائے کائنات کے اقوال وارشادات اور ہدایات وافادات کا مطالعہ اور ان سے استفادہ کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ آپ کا بیان کردہ جنگی ضابطۂ اخلاق ہر دور میں میدان جنگ کے دونوں متحارب حریفوں اور گروہوں کے لئے جنگی آداب واخلاقیات اور حربی تہذیب واخلاق کا بہترین اور مکمل ترین اور مفید ترین نمونہ ہے۔

حوالے:

۱۔قرآن مجید، سورۂ نمل، آیت ۳۴

۲۔قرآن مجید، سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۱

۳۔قرآن مجید، سورۂ بقرہ، آیت ۲۱۷

۴۔قرآن مجید،سورۂ مائدہ ،آیت ۳۲
۵۔قرآن مجید،سورۂ بقرہ ،آیت ۱۹۳
۶۔نہج البلاغہ حصہ دوم ،مکتوبات ورقعات نمبر ۱۱ ، (لشکر کو نصیحت)
۷۔نہج البلاغہ حصہ دوم ،مکتوبات ورقعات نمبر ۱۲،
۸۔نہج البلاغہ حصہ دوم ،مکتوبات ورقعات نمبر ۱۶،(جنگ کے موقع پر امیر المومنینؑ کا اپنے ساتھیوں کو فرمان)
۹۔نہج البلاغہ حصہ اول ، خطبات نمبر ۱۲۴ (آداب جنگ)
۱۰۔نہج البلاغہ حصہ اول، خطبات نمبر ۱۱ (آداب شجاعت)
۱۱۔نہج البلاغہ حصہ اول، خطبات نمبر ۲۱۱(جہاد کی دعوت)
۱۲۔نہج البلاغہ حصہ دوم،مکتوبات ورقعات نمبر ۵۳ (دستور حکومت۔مالک اشتر کے نام)
۱۳۔نہج البلاغہ حصہ دوم ،مکتوبات ورقعات نمبر ۵۳ (دستور حکومت ، مالک اشتر کے نام)
۱۴۔نہج البلاغہ حصہ دوم ،مکتوبات ورقعات نمبر ۱۰(معاویہ کے نام مکتوب)
۱۵۔نہج البلاغہ حصہ دوم ،مکتوبات ورقعات نمبر ۴(ایک سپہ سالار کے نام مکتوب)
۱۶۔نہج البلاغہ حصہ دوم ،مکتوبات ورقعات نمبر ۱۴(جنگ صفین شروع ہونے سے پہلے فوج کو نصیحت)

❊